(غلام گردش)

خوشامد اور نااہلی کی دیوی

تین برس پہلے ساؤتھ افریقہ جانے کا اتفاق ہوا۔سرکاری وفد میں شامل تھا۔وہاں مختلف کارخانوں میں جانے کا اتفاق ہوا۔کپڑے دھونے کے پاؤڈر بنانے کا ایک وسیع یونٹ بھی فہرست میں شامل تھا۔ایکڑوں پر پھیلی ہوئی کشادہ فیکٹری۔منظّم اور خوبصورت عمارت۔اس میں سینکڑوں لوگ کام کررہے تھے۔جدید ترین کارخانے کا مالک پاکستانی تھا۔کراچی سے تعلق رکھنے والا شخص۔جنوبی افریقہ میں واشنگ پاؤڈر بنانے کا سب سے بڑا سیٹھ تھا۔خوشی بھی ہوئی اور تعجب بھی۔خوشی اسلیے کہ اپنا ہم وطن پردیس میں بے حد کامیاب تھا۔تعجب اسلیے کہ اکثر پاکستانی یورپ یا امریکہ جانے میں دلچسپی رکھتے ہیں۔مگر کوئی بھی افریقہ جا کر کاروبار کرنے کی واضح خواہش نہیں پالتا۔وطن کو اس درجہ کامیاب دیکھ کر ایک عجیب طرح کی تسلی ہوئی۔

مل دیکھنے کے بعد وہ صاحب اپنے دفتر لے گئے۔دیدہ زیب اور شاندار دفتر تھا۔افریقی نوادرات سے بھرپور۔اسکے ساتھ ساتھ پاکستان سے لائے گئے غالیچے اور قالین بھی بچھے ہوئے تھے۔مقامی اور اپنے وطن کی خوشبو سے بھرپور اور آرام دہ دفتر میں سرکاری ملاقات ایک ذاتی حیثیت اختیار کرگئی۔دیارِ غیر میں مادری زبان میں بات کرنا ویسے بھی اچھا لگتا ہے۔اپنائیت کا وہ احساس ہوتا ہے جو صرف اور صرف ملک سے باہر رہنے والے ہی سمجھ سکتے ہیں۔مجھے اس شخص کا نام بھول گیا ہے۔حالانکہ اس نے مجھے اپنا کارڈ بھی دیا تھا۔لاپرواہی کی بدولت وزٹنگ کارڈ بھی اِدھر اُدھر ہوگیا۔اس تحریر کیلیئے اسکا نام مقصود تصور کرلیتے ہیں۔مقصود صاحب سے سب سے پہلا سوال تھا کہ آپ یہاں کب آئے بلکہ کیوں آئے۔سوال نے اس شخص کو بے حد سنجیدہ کردیا۔بتانے لگا کہ پہلے کراچی اور پھر لاہور میں کئی سال نوکری کرتا رہا۔شائد دس سال۔پھر ایک دن فیصلہ کیا کہ ملک چھوڑ کر کسی ایسے ملک میں کاروبار کیا جائے جہاں پھلنے پھولنے کے بہتر مواقع ہوں۔پڑھا لکھا شخص تھا۔ساؤتھ افریقہ جانے کا تجزیہ کیا تو وہاں حالات بہت موافق نظر آئے۔لہذا سیدھا وہاں پہنچ گیا۔مگر سوال کا ایک حصہ مکمل طور پر تشنہ تھا۔پاکستان کیوں چھوڑا۔مختلف باتوں سے پہلے مقصود نے ایک قصہ سنایا جو چند مہینے پہلے سوشل میڈیا پر بھی کافی مقبول رہا۔یہ قصہ تین برس پہلے اس تارکِ وطن پاکستانی نے سنایا تھا۔روس کے حصے بخرے ہونے سے پہلے ایک اہم سرکاری افسر کے متعلق خفیہ اداروں نے رپورٹ کی کہ وہ ایک امریکی ایجنٹ ہے۔سویت یونین میں اس سے سنگین جرم کوئی ہو ہی نہیں سکتا تھا۔رپورٹ کے بعد ایک نظر نہ آنے والا زلزلہ سا آگیا۔کیونکہ وہ شخص پورے روس میں سرکاری اہلکاروں کے تبادلے اور ترقیوں کے معاملات دیکھتا تھا۔بہت اہم شخص تھا۔اپنے ملک میں اسے سیکرٹری اسٹیبلشمنٹ کے برابر کا اہلکار کہہ سکتے ہیں۔کڑی نگرانی شروع ہوگئی۔اسکے دفتر اور گھر کے ہر کمرے میں جاسوسی کے آلات لگادیے گئے۔جو بات کرتا تھا،خفیہ ادارے والے سنتے بھی تھے اور ریکارڈ بھی کرتے تھے۔اسکے ٹیلیفون بھی ٹیپ ہونا شروع ہوگئے۔کئی مہینوں کی انتہائی جابر نگرانی کے بعد کسی بھی خفیہ ادارے کو اسکے خلاف کوئی ثبوت نہیں ملا۔کوئی ایسا سراغ تک نہ ملا جسکی بدولت اسے امریکی ایجنٹ یا جاسوس یا تعاون کنندہ سمجھا جاسکے۔جب سویت یونین کی یولٹ بیورو کو تفتیش کے نتائج بنائے گئے تو فیصلہ ہوا کہ افسر کو اسی پوسٹ پر رکھا جائے۔جس ادارے نے الزام لگایا تھا،اس کے سربراہ کی بھرپور سرزنش کی گئی۔خیر کئی سال

گزر گئے۔سرکاری افسر ریٹائر ہوگیا اور اسکے بعد امریکہ منتقل ہوگیا۔چند مہینے بعد اسی خفیہ ادارے کے سربراہ کا، جس نے شکایت کی تھی، سرکاری کام سے امریکہ آنا ہوا۔ایک جگہ دونوں کی ملاقات ہوئی۔خفیہ ادارے کے سربراہ نے کہا کہ ہمیں یقین تھا کہ آپ امریکی ایجنٹ ہیں مگر تحقیق کے بعد الزام غلط ثابت ہوا۔ریٹائرڈ افسر نے ٹھنڈا سانس لیا۔کافی کے گھونٹ پی کر کہنے لگا۔آپکا الزام سو فیصد درست تھا۔میں واقعی امریکی مفادات کی نگرانی کر رہا تھا۔سویت یونین سے امریکہ منتقل ہونا بھی اسی کام کا ایک طرح کا انعام ہے۔خفیہ ادارے والا ششدر رہ گیا۔مگر کیسے۔ہماری تفتیش تو انتہائی جامعہ تھی۔آپ نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جسکی بدولت یہ الزام ثابت ہو جائے۔بوڑھے روسی نے قہقہہ لگایا۔کہا کہ جناب آپ مکمل طور پر صحیح تھے مگر میں نے آپکو غلط ثابت کیا۔اسلیے کہ میں نے صرف ایک کام سرانجام دیا۔مجھے امریکی حکومت نے اسلیے نوازا تھا کہ میں ہر عہدے پر نااہل لوگ تعینات کروں۔اہلیت والے افسروں کو کھڈے لائن رکھوں۔جتنا اہم عہدہ ہوتا تھا، اسکے مطابق نااہل ترین انسان کو وہاں لگاتا تھا۔بیس سال کے طویل دور میں نے کسی بھی اہل سرکاری ملازم کو مناسب جگہ نہیں لگنے دیا۔یہ کام میں بہت آسانی سے کرتا رہا۔اسکی بدولت نااہل اہلکاروں کی ایسی کھیپ تیار کر ڈالی جس سے ملک کی چولیں ہل گئیں۔یونین کی بنیادیں کھوکھلی ہوگئی۔اب تمہارا ملک اپنا بوجھ اُٹھانے میں بھی ناکام ہے۔مقصود آرام سے کہنے لگا۔پاکستان میں نوکری کرنے کے بعد یقین ہوگیا کہ یہاں اہلیت دراصل گناہ کبیرہ ہے۔اہل اور لائق آدمی کو ہر قیمت پر کھڈے لائن لگایا جاتا ہے۔اور وہ وہیں سڑتا رہتا ہے۔بوڑھے روسی افسر کی مثال دیتے ہوئے کہا کہ دراصل ہم اہلیت سے گھبرانے والے لوگ ہیں۔جنوبی افریقہ میں مجھے اس طرح کی مثالیں بہت کم نظر آئیں۔جب تک گورے صدور رہے تو یہاں کسی قسم کی سفارش اور اقربا پروری کا نام ونشان نہیں تھا۔لیکن جب سے مقامی لوگ مسند اقتدار پر آئے ہیں۔یہاں بھی مسائل پیدا ہوگئے ہیں۔پر ابھی بھی اکثر کام بہتر نظام کی بدولت ویسے ہی ہو جاتے ہیں۔کہنے لگا، پاکستان کے حالات کو آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔وہاں اصل میں کیا ہوتا ہے۔کام کیسے کروایا جاتا ہے۔سب کو معلوم ہے۔کچھ کہنا نہیں چاہتا۔

مقصود اپنے دل کا غبار نکال رہا تھا۔بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہنے لگا۔جب کلیدی اداروں پر نااہل لوگ تعینات ہوتے ہیں، تو انہیں بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ اس عہدے کے قابل نہیں ہیں۔چنانچہ ایک اَن دیکھا نظام حرکت میں آتا ہے۔نالائق لوگوں کو اپنی پوسٹ بچانے کیلئے آگے لایا جاتا ہے۔مقصد ایک اور بھی ہوتا ہے کہ کوئی انکی جگہ نہ لے لے۔چنانچہ ایک پورا پہیہ چلتا ہے۔جس میں نااہل لوگ اپنے اردگرد نااہل ترین لوگوں ہی کو پنپنے دیتے ہیں۔پاکستان میں بالکل یہی کچھ ہو رہا ہے۔اَن دیکھے نظام پر کوئی بھی تنقید نہیں کرتا۔کیونکہ یہ اکثریت کے مفاد میں ہے۔سیاست سے لیکر سرکار کی نوکری تک، مذہبی پیشواؤں سے لیکر نجی اداروں تک، بالکل ایک جیسا حال ہے۔مقصود کی پی اے اتنی دیر میں دفتر کے اندر داخل ہوئی۔سب نے کافی کے ایک اور دور کا شریفانہ سا مطالبہ کیا۔چند منٹوں بعد کافی ہمارے سامنے موجود تھی۔برتنوں سے بھاپ نکل رہی تھی۔مقصود نے کہا کہ وہ دنیا کی بہترین امریکی یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہے۔اسے پاکستان کا بہت کم تجربہ تھا۔مگر چند سالوں میں نااہلیت اور اسکے ساتھ منسلک مسائل کا ادراک ہوگیا۔کافی پیتے ہوئے مقصود ایک دم غمگین سا ہوگیا۔بات آگے بڑھنے لگی۔سوچ کر کہنے لگا کہ جب نااہلیت کی دیوی طاقتور ہوتی ہے تو وہ سب سے خوفناک

ہتھیار استعمال کرتی ہے اور وہ ہے خوشامد۔ بلکہ بے انتہا خوشامد کا۔ پاکستان میں کام کرتے ہوئے اندازہ ہوا کہ اس ہتھیار کا کوئی توڑ نہیں ہے۔ یہ ہیرے کے جگر کو کاٹ سکتا ہے۔ پتھر کو موم میں بدل کر بے ثمر کر سکتا ہے۔ مقصود کے مطابق خوشامد سے پاکستان میں کوئی بھی ادنیٰ انسان بے پناہ ترقی کر سکتا ہے۔ بلکہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔ کچھ بھی کروا سکتا ہے۔ نااہل لوگ اہم عہدوں پر پہنچ کر اپنی کمزوریوں کو چھپانے کیلئے خوشامد جیسے مہلک ہتھیار کا بے دریغ استعمال کرتے ہیں۔ لائق لوگوں کی اکثریت خوشامد کی سائنس کو سمجھ ہی نہیں پاتی۔ جب تک انہیں کچھ ہوش آتی ہے، معاملات ان سے بہت آگے جا چکے ہوتے ہیں۔ زمانہ قیامت کی چال چل چکا ہوتا ہے۔ اہل افسر یا لائق آدمی کو" نکو" بنا کر پیش کر دیا جاتا ہے۔ نااہلیت کی دیوی وہ رقص کرتی ہے جس سے حکومتیں ختم ہو جاتی ہیں اور ملک ٹوٹ جاتے ہیں۔ دو گھنٹے کے عرصے میں مقصود نے بہت سی مثالیں دیں۔ کئی باتیں لکھ سکتا ہوں مگر اکثر ضبط تحریر نہیں کر سکتا۔

تین سال پہلے کی باتوں پر جب پاکستان کے حالات کے مطابق غور کرتا ہوں تو لگتا ہے کہ مقصود بالکل سچ بول رہا تھا۔ اسکی ایک ایک بات حقیقت تھی۔ ہمارے نظام میں نااہلی، خوشامد اور اہلیت کی تذلیل نے ہر معاملہ برباد کر رکھا ہے۔ ستم یہ بھی ہے کہ جب تک کسی صدر، وزیر اعظم یا وزیر اعلیٰ کو سب کچھ پتہ چلتا ہے کہ اسکا دردناک انجام سامنے آ چکتا ہے اور پردہ گرنے والا ہوتا ہے۔ اس وقت بہت دیر ہو چکی ہوتی ہے۔ جب حقیقت پتہ چلتی ہے تو وہ اس وقت تک نحیف اور بے حد لاغر ہو چکے ہوتے ہیں۔ انہیں تاریخ نہیں بلکہ ہر طرح کے کوڑے دان میں مستقل پھینک دیا جاتا ہے۔ مسند اقتدار سے اُترنے کے بعد جب اپنے زوال کی داستان پر غور کرتے ہیں تو سمجھ جاتے ہیں کہ انہیں کسی دشمن نے نہیں، بلکہ نااہل اور خوشامدی درباریوں نے کیفر کردار تک پہنچایا ہے۔ مگر اس وقت تک ہر چیز بدل چکی ہوتی ہے۔ چہرے بھی، دربار بھی، چوبدار بھی اور مشیران کرام بھی۔ مگر حیرت انگیز بات ایک اور بھی ہے۔ وہی نااہل درباری جو پہلے بادشاہ کو فنا کر چکے ہوتے ہیں، انتہائی معصوم شکلیں بنا کر نئے بادشاہ کے سامنے دوزانو ہو جاتے ہیں۔ بلکہ کئی بار تو سر سجود نظر آتے ہیں۔ نیا حاکم، انہی لوگوں کو نئی شاہی خلعت عطا کرتا ہے۔ یہی کاری گر لوگ نئے نئے قصیدے کہتے ہیں۔ نئے بادشاہ کے اقبال کی بلندی کی دعائیں مانگتے ہیں۔ مگر اندر سے یہ خوب قہقہے لگاتے ہیں، کہ واہ، کیسے سب کو کمال ہوشیاری سے چاروں شانے چت کر ڈالا۔ بادشاہ مارا جاتا ہے مگر درباری ہمیشہ قائم و دائم رہتے ہیں۔ یہی ہمارے ملک کا نظام ہے اور یہی ہماری بربادی کا قصہ۔ نااہلی اور خوشامد کی دیوی اس ملک پر ہمیشہ قابض رہتی ہے۔

راؤ منظر حیات